ادارہ

افکار و تاثرات ـــــــــ قارئین بنام مدیر

عبدالمجیب، سابق مشیر حکومت سعودی عرب

اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ:

۱۶ جنوری ۲۰۰۳ء کے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں جناب ارشاد احمد حقانی نے عنوان بالا کے تحت اپنے گزرے ہوئے دو کالموں (۲۸ اور ۲۹ نومبر ۲۰۰۲ء) کے تسلسل میں تیسری مرتبہ بھی ایک اسکالر جناب طارق جان کی تحریر پیش کی ہے۔ حیرت ہے کہ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد کے مذکورہ سینئر اسکالر نے اس تازہ اور آخری قسط کا اختتام ایک غلط بیانی پر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ''آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ شافعیؒ مالکؒ اور حنبلؒ چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے۔'' اس جھوٹ کی تردید میں صرف اتنا بتانا ہی کافی ہوگا کہ سعودی عرب میں جہاں بیک وقت دو فقہ (مالکی اور حنبلی) رائج ہیں وہاں عورت کے چہرے کا پردہ نافذ العمل ہے۔ ویسے اسلام کے پانچ مستند مکاتبِ فکر ہیں یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اہلحدیث جن میں سے صرف کچھ حنفی فقہا چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے لہذا امر واقعہ یہ ہے کہ علماء وفقہا کی عظیم اکثریت حجاب ونقاب کو قرآن کا حکم تسلیم کرتی ہے۔ جو اقلیتی علماء اس کو ضروری نہیں سمجھتے وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ عورت کا احرام حج وعمرہ اس کا ''کھلا چہرہ'' مقرر ہے، اب اگر چہرہ معمولاً کھلا ہوتا تو خصوصی حکمِ احرام بے معنی نہیں ہو جاتا؟ پھر خاتمہ احرام کی واحد نشانی بھی یہ ہی ہے کہ ''کھلا چہرہ'' پھر سے معمول کے مطابق ''بانقاب چہرہ'' ہو جائے۔ مزید برآں یہ اقلیتی علما اس مشہور فرمان نبوی کو بھی مانتے ہیں کہ مرد مسلمان جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے، ظاہر ہے کہ یہ ہدایت نبویؐ بھی اسی لئے تو دی گئی ہے کہ مسلم خواتین معمولاً اور حکماً بانقاب ہوتی ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر صحیح بات یہ ہے کہ قرآنی حکم حجاب پر بالفعل اتفاق کامل ہے، لہذا اجماع امت عورت کے چہرے کے پردے پر ہے نہ کہ اسکی بے پردگی پر کہ جس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد۔

اس تازہ ترین مضمون نمبر ۳ میں دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ ''ایک طرف وہ (قدامت پرست) چہرے کو چھپانے کا کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کیلئے باعث کشش ہے لیکن آنکھیں جو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں انہیں کھلا رکھنے یا اجازت دیتے ہیں''۔ مضمون نگار ذرا اتنا ہی بتا دیں کہ ایک چیچک زدہ شکل پر نرگسی آنکھیں ان کو کتنا متاثر کریں گی؟ چہرے کا حسن تو مجموعہ ہوتا ہے رنگت، عارض، ناک، ہونٹ، جبین بھنویں، اور آنکھوں کے امتزاج کا، صرف آنکھ اس سے وہ صنفی کشش پیدا نہیں ہو سکتی جو پورا چہرے سے ہوتی ہے، اسلئے اسلام (قرآن) نے چہرے پر حفاظتی پہرے لگایا ہے نہ کہ آنکھوں پر۔ اس تیسری قسط میں تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ ''قرآن کے کسی لفظ کے معنیٰ کے تعین میں لغت کو اولیت

حاصل ہے اس کے بعد خود قرآن کا متن اور رسولؐ کے ارشادات مبارکہ ہیں'' جبکہ درست بات یہ ہے کہ اولیت لغت کے بجائے متن قرآن کو حاصل ہے' پھر متن کا سیاق وسباق (جس کا ذکر ہی نہیں ہے) اس کے بعد لغت اور ارشادات رسولؐ ہیں۔ معنٰی کے تعین کیلئے ان چار عناصر کی بیان کردہ ترجیحی ترتیب میں الٹ پھیر وہ ہی لوگ کیا کرتے ہیں جو

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

جہاں تک اصل (پہلی دو اقساط) کا تعلق ہے تو وہ خلط مبحث کا شاہکار ہے کیونکہ اس میں قرآں کے احکام ستر اور احکام حجاب ونقاب کو خلط ملط کر کے ایک کو دوسرے سے متصادم گردانا ہے۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ عورت کیلئے احکام ستر الگ ہیں جو سورۂ نور کی آیت ۳۱ میں اور احکام حجاب ونقاب الگ ہیں جو سورۂ احزاب کی آیات ۵۳ اور ۵۹ میں ہیں۔ احکام ستر کا تعلق گھر کے اندر اپنے محرموں (باپ' بھائی' بیٹا' چچا' ماموں' خسر وغیرہ) کے درمیان عام جسمانی پردے سے ہے جبکہ احکام حجاب گھر سے باہر نامحرموں سے ایک زائد اور اضافی چہرے کے پردے سے ہے۔ ان حقائق کو نظر انداز کر کے جناب محقق نے یہ بے جا سوال اٹھایا ہے کہ ''کیا سورۂ نور (آیت ۳۱) کا نزول اس لئے تھا کہ وہ سورۂ احزاب (آیت ۵۹) سے متصادم ہو؟ اگر یہ بات نہیں تو کیا پھر یہ نسخ ومنسوخ کا مسئلہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو بتایا جائے' اگر نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی احکامات (نعوذ باللہ) ترتیب اور نظم سے محروم ہیں؟ تعجب ہے کہ سائل لاعلم ہے کہ نظم وترتیب قرآن کا ہی تو یہ اعجاز وکمال ہے کہ پورا قرآن کی ترتیب نزولی نہیں' موضوعاتی ہے' مثلاً نزولی اعتبار سے سورۂ احزاب پہلے نازل ہوئی اور سورۂ نور بعد میں' مگر ترتیب قرآن میں سورۂ نور پہلا ہے اور سورۂ احزاب بعد میں۔ اسکی حکمت یہ ہے کہ پہلے گھر کے اندر محرموں سے عورت کا پردہ (ستر) معروف ومقرر کر دیا جائے جو ماسوائے تین چیزوں (چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے پیروں) کے اسکا پورا جسم ہے' پھر گھر سے باہر نامحرموں سے اس کا ستر پر اضافی پردہ (چہرے کا) بھی معین کر دیا جائے۔ حالانکہ حکم حجاب ونقاب سورۂ احزاب کی دو الگ الگ آیات (۵۳ اور ۵۹) میں بیان ہوا ہے جناب اسکالر اس کو حکم عام نہیں مانتے بوجہ اسکے کہ آیت ۵۳ کا تعلق ازواج النبیؐ سے ہے اور آیت ۵۹ کا تعلق خواتین کی وقتی پہچان سے ہے۔ اگر احکام قرآن میں سے یوں مستثنیات نکالنی شروع کر دی جائے تو پھر قابل اتباع احکام مشکل سے ہی کچھ بچ سکیں گے۔ اس نکتے کی مزید وضاحت آگے آ رہی ہے۔

اصل مضمون زیر نظر میں صرف آخری بات کچھ درست کی گئی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ عقلیت پسندی اسلامی تہذیب کا اہم ترین حصہ ہے لہٰذا احکام دین کے بارے میں روش عقلیت پسندی کی ہونی چاہیے تاکہ جامد قدامت پرستی سے بچا سکے۔ تاہم مکمل سچ یہ ہے کہ تعقل اور تفکر میں نہ قدامت پرستی ہو اور نہ ہی جدت پرستی' صرف ہدایت پرستی ہونی چاہیے' اس محکم اصول کے تحت ہی عورت کے پردے کا جائزہ لینا چاہیے۔ عقل وفکر کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ عورت کی نازک نسوانیت کے پیش نظر اس کا جسمانی پردہ ''اپنوں'' سے کہیں زیادہ ''غیروں'' سے ہونا چاہیے۔ سو حکم ستر (سورۂ نور۔ آیت ۳۱) کے مطابق اپنوں (محرموں) کے سامنے تین چیزیں (چہرہ' کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں کے نیچے پیر)

کھلی ہوں باقی پورا جسم مستور ہوگا مگر حکم حجاب (سورۂ احزاب' آیات ۵۳ اور ۵۹) کے مطابق غیروں (نامحرموں) کے سامنے صرف اور صرف موخر الذکر دو چیزیں کھلی ہوں گی اور تیسری چیز (چہرہ) بھی بطور زائد پردہ کے مستور ہو گی۔ بالفاظ دیگر ستر تو وہ اعضاء ہیں جو (شوہر کے سوا) محرموں کے سامنے بھی کھولنا منع ہے اور حجاب (چہرہ) ستر سے زایدہ ہے جو نامحرموں کے سامنے کھولنا ممنوع ہے۔ اس طرح انسانی فطرت اور عقلیت کے عین مطابق قرآن ۔ نے گھر کے اندر جتنا پردہ کا دائرہ رکھا ہے اس سے بڑا پردے کا دائرہ گھر سے باہر کے لئے رکھ دیا ہے۔ اتنی سیدھی اور سادہ سی بات عقلیت کے داعی کے سمجھ میں نہیں آتی اور ان کے نزدیک مذکورہ دونوں آیات حجاب محض وقتی حکم قرار پاتی ہیں۔ سورۂ احزاب کی آیت ۵۳ میں ازواج النبی کا نکاح (بحیثیت امہات المومنینؓ) نبی کے بعد ممنوع کرتے ہوئے حکم یہ ہے کہ ین مقدس ترین ماؤں سے بھی جب کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو اس سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ یہ حکم صرف امہات المومنینؓ تک محدود ہے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے کہ محترم ماؤں پر تو حجاب کی پابندی ہو لیکن عام مسلم خواتین اس سے آزاد ہوں؟ اسی سورۂ احزاب کی پہلی آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ "اے نبی اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کافروں اور منافقوں یک بات نہ مانو" کیا یہ حکم الہیٰ صرف نبی کریم محمدؐ تک محدود ہے؟ ایسی ہی بے شمار آیات قرآن ہیں جن کا حکم وقتی نہیں ہمہ وقتی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ حد تو ہے کہ داعی عقل وفکر حکم حجاب کی دوسری آیت (۵۹) کو بھی محدود اور وقتی سمجھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ "اے نبی کہہ دو اپنی از دواج' اپنی بیٹیوں اور تمام مومن عورتوں سے کے وہ اپنے اوپر چادر کے گھونگٹ ڈال لیا کریں' یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تا کہ وہ پہچان لی جائیں' پس ستائی نہ جائیں"۔ کیا اس حکم حجاب ونقاب کی یہ تاویل عقلاً درست ہو سکتی ہے کہ "اس سے محض مومن عورتوں اور باندیوں مین تمیز مطلوب ہے تا کہ اوباش لوگ انہیں ستا نہ سکیں۔ اور یہ کہ یہ کوئی حکم شرعی نہیں بلکہ ایک معاشرتی مسئلہ کا وقتی حل تھا جس کی وجہ سے اوباش لوگ باحجاب خواتین سے احتراز کرنے لگے تھے" اس لحاظ سے تو آج کے عقلاً وفضلاً کو کہنا چاہیے کہ موجودہ معاشرے میں اوباشوں سے بچنے کے لئے حجاب ونقاب کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے اور چونکہ رہتی دنیا تک شیطان رہے گا یہ ضرورت حجاب ونقاب ہمیشہ رہے گی۔ یوں جناب سکالر کی دلیل ان پر الٹی پڑ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مختصر تجزیئے سے قرآن میں عورت کے چہرے کا پردہ ثابت ہو جاتا ہے اور اس کی حکمت و ضروت بھی واضح ہو جاتی ہے لہذا اہل علم کو زیب نہیں دیتا کہ وہ قرآنی حکمِ حجاب ونقاب کی نفی کیلئے وقتاً فوقتاً چنیں و چناں اور من مانی تاویلات کرتے رہیں۔ بطور حرفِ آخر علوم قدیم وعلوم جدید کے عالم باعمل اکبر الہ آبادی کا سبق آموز اور عبرت انگیز قطعہ یہاں پیش خدمت ہے۔ تا کہ اب بھی اصلاح احوال کیا جا سکے۔

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں اکبر زمین میں غیرت ملی سے گڑ گیا
پوچھا جوان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا کہنے لگیں وہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا